الصلوٰۃ والسلام علیٰ سید الرسل وخاتم النبیین

امام جلال الدین سیوطی علیہ الرحمہ کے علمی وروحانی رسالہ المنجلی فی تطور الولی کا اردو ترجمہ

زمان ومکان کی حدیں اور اللہ والے

مؤلف

گدائے مصطفیٰ اسیرِ حضور شیرِ نیپال

ابوالعطر محمد عبد السلام امجدی برکاتی

زمان ومکان کی حدیں
اوراللہ والے

(مولف)

ابوالعطر محمد عبدالسلام امجدی برکاتی

تاراپٹی، دھنوشا(نیپال)

ناشر:

کنزالایمان فاؤنڈیشن، تاراپٹی (نیپال)

فہرست

نمبر شمار	مشمولات	صفحہ نمبر
1	علم و عقیدت کے سنگم پر ایک معتبر کاوش	4
2	شب سال نوادر میں	7
3	فقہی سوال کا متن	10
4	امکانِ تعدد پر ائمہ کے اقوال	11
5	اولیاء اللہ کی کرامت اور متعدد مقامات پر جلوہ گری	22
6	اولیاء اللہ کی شان و مقام	22
7	منکرین ولایت کا موقف	23
8	موجودہ دور کے خطباو سجادگان	24

علم وعقیدت کے سنگم پر ایک معتبر کاوش:

از: نجیبُ الفکر، متینُ الطبع، امینِ قرطاس

حضرت مولانا شہاب الدین حنفی صاحب

(سمرد ہی، مہوتری، نیپال)

حامدا و مصلیا و مسلما

اس وقت میری نگاہوں کے سامنے ایک شاندار علمی کاوش ہے جو مفتی اسلام، خلیفہ حضور شیر نیپال، مصنفِ کتب کثیرہ ابوالعطر مفتی محمد عبدالسلام امجدی برکاتی صاحب قبلہ، مقیم دوحہ قطر کی ہے۔ مفتی صاحب ایک ایسے جامع عالم دین ہیں، جنھوں نے نہ صرف شرعی مسائل میں گہری مہارت حاصل کی ہے بلکہ دینی وعلمی اصلاح کے کاموں میں بھی نمایاں خدمات انجام دی ہیں۔ انہوں نے حساس اور اہم موضوعات پر متعدد مقالے اور مضامین تحریر کیے اور کئی کتابیں بھی آپ نے تصنیف کی ہیں۔ عربی زبان پر ان کی گرفت اور عبور ایسا ہے کہ وہ اصل عربی متن کو نہایت درست، رواں اور آسان اردو میں منتقل کر سکتے ہیں، جو بلاشبہ ایک عظیم علمی قابلیت اور ذریعہ خدمت دین ہے۔

المنجلی فی تطویر الولی

یہ ایک عربی رسالہ ہے، جس کے مصنف امام جلال الدین سیوطی شافعی رحمہ اللہ ہیں۔ یہ رسالہ آپ کی مشہور کتاب فتاوی الحاوی کا حصہ ہے جس کا اردو ترجمہ مفتی صاحب قبلہ نے بنام "زمان ومکان کی حدیں اور اللہ والے" پیش کر کے اسلاف کے علمی امانتوں کو قوم تک پہنچانے کا قابل قدر کارنامہ انجام دیا ہے۔ اس رسالے میں اولیاء اللہ کی کرامات اور تصرفات پر روشن اور بامعنی کلام کیا گیا ہے۔ اس رسالہ میں واضح کیا گیا ہے کہ اولیاء اللہ بیک وقت کئی جگہوں پر تصرفات فرما سکتے ہیں اور یہ سب اللہ تعالی کی رضا اور کرم سے ممکن ہوتا ہے۔ ایک مشہور واقعہ سرکار غوث پاک سے منسوب ہے۔ بیان کیا جاتا ہے کہ ایک مرتبہ ماہِ رمضان

المبارک میں سرکارِ غوثِ اعظم، قطبِ ربانی، حضرت سیدنا شیخ عبدالقادر جیلانی بغدادِ شریف میں قیام فرما تھے۔ اسی ماہِ مبارک میں ستر (70) مریدوں نے الگ الگ طور پر یہ سعادت حاصل کرنے کی نیت کی کہ افطار کے وقت شیخِ کامل ان کے گھر تشریف لائیں۔ ہر مرید نے اپنے طور پر دعوت کا اہتمام کیا، مگر سب اس فکر میں مبتلا تھے کہ ایک ہی وقت میں شیخ سب کے یہاں کیسے تشریف لا سکیں گے۔ جب افطار کا وقت قریب آیا تو سرکارِ غوثِ پاک رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہر ایک مرید کے گھر عین افطار کے وقت بنفسِ نفیس تشریف لے گئے۔ (ملخصا)

زیرِ نظر رسالہ یعنی المنجلی فی تطور الولی میں ایک اور بزرگ کے بارے میں بھی ایسا ہی واقعہ درج ہے، جہاں دو افراد نے قسم کھائی کہ اس رات فلاں بزرگ ان کے گھر موجود تھے اور اگر یہ بات سچ نہ ہو تو ان کی بیوی کو طلاق ہو جائے۔ جب معاملہ بڑھ گیا تو انہوں نے وقت کے بڑے عالم دین حضرت امام جلال السیوطی علیہ الرحمہ سے مسئلہ دریافت کیا، تو آپ نے جواب دیا کہ اولیاء اللہ بیک وقت کئی جگہوں پر تصرفات کر سکتے ہیں، اس لیے کسی کی بیوی کو طلاق واقع نہیں ہوئی۔

"زمان ومکان کی حدیں اور اللہ والے" اسی معتبر و معتمد عربی رسالہ کا اردو ترجمہ ہے، یہ رسالہ قارئین کو نہایت سہل اور واضح انداز میں اولیاءاللہ کی کرامات، ان کے بلند مقام اور ان کی عطا کردہ تصرفات کی حقیقت سے روشناس کراتا ہے۔ اس میں بیان کردہ دلائل اور واقعات قاری کے ذہن میں پیدا ہونے والے شکوک و شبہات کو دور کرتے ہیں اور یہ رہنمائی تے ہیں کہ اولیاء کی کرامات دراصل اللہ تعالیٰ کی قدرت اور اس کے خاص فضل کا مظہر ہوتی ہیں، نہ کہ کوئی ذاتی دعویٰ یا غیر شرعی عمل۔ اس رسالے کے مطالعے سے قاری کے اندر اولیاء اللہ کے مقام و مرتبہ کے بارے میں اعتدال، فہم اور دینی بصیرت پیدا ہوتی ہے۔

مفتی صاحب قبلہ سے میرا تعلق کوئی عارضی یا رسمی نہیں بلکہ ایک طویل عرصے پر محیط علمی اور فکری رشتہ ہے، جس کی بنیاد باہمی احترام، خلوص اور خیر خواہی پر قائم ہے۔ آپ سے بارہا شرعی مسائل، علمی نکات اور دینی موضوعات پر تفصیلی تبادلۂ خیال کا موقع ملا، جہاں ہر گفتگو

سنجیدگی، وسعتِ نظر اور اعتدال کا حسین نمونہ رہی۔ ایک دوسرے کے نقطۂ نظر کو غور و فکر کے ساتھ سننا، اسے سمجھنا اور حق واضح ہو جانے پر خوش دلی سے قبول کر لینا، دراصل وہ علمی شرافت ہے جو آج کے دور میں کم ہی دیکھنے کو ملتی ہے اور مفتی صاحب اس وصف کے عملی نمونے ہیں۔

یہ بات بھی نہایت قابلِ توجہ ہے کہ بیرونِ ملک قیام کے باوجود مفتی صاحب قبلہ دین و ملت کی فکری، علمی اور عملی خدمت میں مسلسل مصروفِ عمل ہیں۔ روزمرہ کی مصروفیات، معاشی ذمہ داریاں اور پردیس کی مشکلات کے باوجود قلم کارواں رہنا، فکری بیداری برقرار رکھنا اور امت کی رہنمائی کا جذبہ زندہ رکھنا اس بات کی روشن دلیل ہے کہ سچی نیت اور خالص جذبے کے سامنے کوئی رکاوٹ بڑی نہیں ہوتی۔

یہ تمام توفیق بلاشبہ ربِ قدیر کے فضل و کرم اور اس کی خاص عنایت کا نتیجہ ہیں، جو اپنے بندوں میں سے جسے چاہتا ہے دین کے کام کے لیے چن لیتا ہے اور پھر اس سے ایسے ایسے کام لے لیتا ہے جو دوسروں کے لیے باعثِ رہنمائی بن جاتے ہیں۔ دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ مفتی صاحب قبلہ کے علم و عمل میں مزید برکت عطا فرمائے، ان کے قلم کو طاقت، فکر کو وسعت اور کوششوں کو قبولیت بخشے اور ان کے ذریعے دینِ متین کی خدمت کا دائرہ مزید وسیع فرمائے۔

آمین بجاہ سید المرسلین، خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم، الی یوم الدین۔

شہاب الدین حنفی سمردہی (جلیشور)

نائب مہتمم جامعہ سیدہ فاطمہ للبنات (جلیشور)

10/ جنوری 2026

شب سال نو اور میں

ماہ دسمبر میں ہفتہ روز قبل سے ہی نئے سال 2026 کی آمد کا چرچا سوشل میڈیا پر نمایاں طور پر محسوس کیا جا رہا تھا۔ جگہ جگہ نئے سال کی آمد کی دھمک، طرح طرح کے پوسٹس، پیغامات اور تبصروں کی بھرمار نظر سے گزری۔ اسی دوران شرعی نقطۂ نظر سے نئے سال کی مبارک باد کے حوالے سے مختلف آرا، نظریات اور کئی فتاویٰ بھی گردش میں رہے، جنہوں نے ذہن کو فکری سطح پر مشغول رکھا۔

شبِ سال نو میرے لیے نہ شور وہنگامے کی رات تھی اور نہ ہی جشن ورنگینی کی؛ بلکہ یہ ایک خاموش لمحۂ احتساب تھی جس میں وقت کی قدر، فکر کی سنجیدگی اور علم کی ذمہ داری یکجا ہو گئیں۔ جب دنیا لمحاتی خوشیوں میں مگن ہو کر سالِ نو کا استقبال کر رہی تھی، اسی لمحے یہ احساس ابھرا کہ اہلِ علم کے لیے ہر نئی تاریخ محض خوشی کا موقع نہیں بلکہ اپنے وقت اور عمل کا جائزہ لینے کا ایک موقع بھی ہوتی ہے۔ چنانچہ اس رات میں نے دنیاوی ہنگاموں سے کنارہ کش ہو کر مطالعہ و تفکر کو اختیار کیا اور یوں یہ شب میرے لئے صرف سال کے بدلنے کی علامت نہ رہی بلکہ فکری بیداری اور علمی عزم کا سبب بن گئی۔ یہی وجہ ہے کہ اس شبِ سال نو نے میرے لیے جشن کا نہیں، ذمہ داری کا اعلان کیا اور میں نے اس ذمہ داری کو بفضلہ تعالیٰ نبھانے کی بھرپور کوشش کی۔ اور دعا ہے کہ پورا سال دین کی خدمت، اللہ تعالیٰ کی عبادت اور اس کے پیارے محبوب مرکز ایمان محمد عربی روحی فداہ ﷺ کی اطاعت و محبت میں گذرے۔ (آمین)

انہی حالات میں یہ احساس پیدا ہوا کہ اگرچہ دنیا ظاہری جشن اور وقتی مسرت میں مگن ہے، لیکن اہلِ علم کے لیے ایسے مواقع محض تفریح کا نہیں بلکہ غور و فکر، مطالعہ اور علمی خدمت کا پیغام رکھتے ہیں۔ چنانچہ میں نے بھی ارادہ کیا کہ اس نیو ائیر نائٹ کو کسی یادگار اور بامقصد علمی مشغلے سے وابستہ کیا جائے۔ اسی جذبے کے تحت کئی علمی رسائل کے مطالعہ اور ترجمہ کا خیال پیدا ہوا۔ جب اسی جستجو میں انٹرنیٹ پر مختلف کتب و رسائل کی تلاش اور تھوڑا تھوڑا مطالعہ کر رہا تھا تو امام جلال الدین سیوطی رحمہ اللہ کے ایک مختصر مگر نہایت گہرے اور معنی خیز رسالے کا

ذکر ایک کتاب میں نظر سے گزرا۔ اس سے قبل اس مخصوص رسالے کا نام مسموع نہیں ہوا تھا، اس لیے اشتیاق مزید بڑھ گیا کہ اس رات اسے ہی تلاش کر کے مطالعہ کیا جائے۔ الحمدللہ، اس رات اس رسالے کے مطالعہ کا شرف حاصل ہوا اور جوں جوں عبارت آگے بڑھتی گئی، اس کی علمی گہرائی اور فکری وسعت دل کو اپنی جانب کھینچتی چلی گئی۔ اسی وقت یہ خیال پختہ ہوا کہ محض ذاتی استفادہ پر اکتفانہ کیا جائے بلکہ اس کا اردو ترجمہ بھی پیش کیا جائے، تاکہ عام قارئین بھی اس کے علمی فوائد سے بہرہ مند ہو سکیں۔ چنانچہ اسی جذبۂ اخلاص کے تحت، نئے سال کے آغاز پر قارئینِ کرام کی خدمت میں اسے ایک علمی تحفہ کے طور پر پیش کرنے کی سعادت حاصل کی جا رہی ہے جبکہ اصل رسالہ کے ترجمہ کے بعد تین پیراگراف پر مشتمل کچھ اہم باتوں کا بھی اضافہ کر دیا گیا ہے۔

اس علمی و فکری مشن کے ضمن میں محبِ مکرم، گرامی قدر، صاحبِ وقار، عالی ظرف اور بلند فکر عالمِ دین حضرت مولانا محمد شہاب الدین حنفی صاحب قبلہ (دامت برکاتہم)، مقیم حال حجازِ مقدس سے بھی مشاورت کی گئی۔ الحمدللہ مدت سے علمی و فکری امور میں ان سے تبادلہ خیال کا سلسلہ قائم ہے۔ اگرچہ بعض جزوی مسائل و نظریات میں ہمارے مواقف مختلف بھی رہتے ہیں، تاہم یہ اختلاف کبھی افتراق یا تعصب کا سبب نہیں بنتا بلکہ وسعتِ ظرف، حسنِ نیت اور خیر خواہی کے ساتھ اکثر علمی و دینی کاموں میں توازن اور رہنمائی کا ذریعہ بنتا ہے۔ جب اس رسالے کے مطالعہ، ترجمہ اور اشاعت کے ارادے سے انہیں آگاہ کیا گیا تو انہوں نے نہ صرف اس کاوش کو سراہا بلکہ حوصلہ افزائی کرتے ہوئے اسے پایۂ تکمیل تک پہنچانے کا مشورہ بھی دیا۔ انہی مشفقانہ کلمات اور مخلصانہ رہنمائی کے نتیجے میں وقت نکال کر اس ذمہ داری کو قبول کیا گیا اور بحمد اللہ یہ کام تکمیل کو پہنچ سکا۔

زیرِ نظر رسالے کی اصل اہمیت اس پہلو سے ہے کہ امام سیوطی رحمہ اللہ نے نہایت استدلالی اور علمی انداز میں ان امور پر روشنی ڈالی ہے جنہیں آج کے دور میں محض عقلِ محدود کے پیمانوں سے ناپ کر رد کر دیا جاتا ہے۔ خصوصًا یہ مسئلہ کہ اللہ تعالیٰ کے بعض مقرب بندے

ایک ہی وقت میں مختلف مقامات پر نظر آسکتے ہیں یا ان کا ظہور بیک وقت متعدد جگہوں پر ہو سکتا ہے، شریعت کی رو سے محال نہیں۔ سلف صالحین کے اقوال، قرآنی اشارات اور صحیح احادیث اس امکان پر دلالت کرتی ہیں، جیسا کہ حضرت یوسف علیہ السلام کا اپنے والد حضرت یعقوب علیہ السلام کو دور دراز مقام پر دیکھنا، یا نبی کریم ﷺ کا بیت المقدس کو مکہ مکرمہ میں اپنی نگاہ کے سامنے مشاہدہ فرمانا۔ امام سیوطی رحمہ اللہ نے ان نصوص سے یہ واضح کیا ہے کہ یہ معاملہ یا تو تمثیل کا ہے، یا طیِّ مسافت کا، اور دونوں ہی اللہ تعالیٰ کی قدرتِ کاملہ کے دائرے میں داخل ہیں۔

دورِ حاضر میں مسئلہ یہ ہے کہ بعض لوگ عقل کو وحی پر حَکَم بنانے کی کوشش کرتے ہیں اور جو بات ان کی محدود فہم سے بالا ہو، اسے فوراً رد کر دیتے ہیں، حالانکہ خود جدید سائنس یہ تسلیم کر چکی ہے کہ وقت اور مکان مطلق نہیں، بلکہ ان میں سمٹنے، پھیلنے اور بیک وقت مختلف حالتوں میں ظہور کا امکان موجود ہے۔ کوانٹم فزکس، ہولوگرافک تھیوری اور اسپیس ٹائم کے تصورات یہ بتاتے ہیں کہ ایک شے کا مختلف مقامات پر اثر انداز ہونا یا بظاہر بیک وقت موجود ہونا محض خیالی بات نہیں رہی۔ جب سائنس اس حد تک امکانات کو تسلیم کر رہی ہے تو اللہ تعالیٰ کے خاص بندوں کے لیے، جو براہِ راست قدرتِ الٰہی کے زیرِ تصرف ہوں، ایسے امور کا امکان ماننے میں کوئی عقلی یا شرعی رکاوٹ باقی نہیں رہتی۔

لہٰذا یہ رسالہ نہ صرف ایک علمی بحث ہے بلکہ عصرِ حاضر کے اس فکری مزاج کا جواب بھی ہے جو ہر ماورائے عادت امر کو محض عقل کی کسوٹی پر پرکھ کر رد کر دیتا ہے۔ امام سیوطی رحمہ اللہ کا یہ رسالہ ہمیں اس امر کی طرف رہنمائی کرتا ہے کہ ایمان، عقل اور نقل کے درمیان توازن ہی وہ راستہ ہے جو انسان کو افراط و تفریط سے بچاتا ہے۔ امید ہے کہ اس ترجمہ اور مختصر تجزیے کے ذریعے قارئین نہ صرف اس رسالے کی علمی افادیت سے واقف ہوں گے بلکہ ان مسائل کو بھی زیادہ سنجیدگی، اعتدال اور بصیرت کے ساتھ سمجھنے کی کوشش کریں گے۔

ابو العطر محمد عبد السلام امجدی برکاتی، یکم جنوری 2026

الْمُنْجَلِي فِي تَطَوُّرِ الْوَلِيِّ

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

الْحَمْدُ لِلَّهِ وَسَلَامٌ عَلَى عِبَادِهِ الَّذِينَ اصْطَفَى

فقہی سوال کا متن:

(امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں) میرے پاس ایک سوال پیش کیا گیا کہ ایک شخص نے طلاق کی قسم کھائی کہ اللہ کے ولی، شیخ عبد القادر طشطوطی فلاں رات اس کے یہاں ٹھہرے تھے اور ایک دوسرے شخص نے بھی طلاق کی قسم کھائی کہ وہی شیخ اسی رات بعینہٖ اس کے گھر مقیم رہے۔ اب سوال یہ ہے کہ ان دونوں میں سے کسی ایک پر طلاق واقع ہوگی یا نہیں؟

چنانچہ میں نے ایک آدمی کو شیخ عبد القادر کے پاس بھیجا اور اس مسئلے کے بارے میں دریافت کروایا۔ شیخ نے فرمایا: وَلَوْ قَالَ أَرْبَعَةٌ أَنِّي بِتُّ عِنْدَهُمْ لَصَدَقُوا، فَأَفْتَيْتُ بِأَنَّهُ لَا يَحْنَثُ وَاحِدٌ مِنْهُمَا.

اگر چار آدمی بھی یہ کہیں کہ میں نے ان کے یہاں رات گزاری ہے، تو وہ سب سچے ہوں گے۔

اس پر میں نے یہ فتویٰ دیا کہ ان دونوں میں سے کسی کی بھی قسم نہیں ٹوٹتی اور کسی پر طلاق واقع نہیں ہوتی۔ اس کی فقہی توجیہ یہ ہے کہ یہ معاملہ تین صورتوں سے خالی نہیں:

ا۔ یا تو دونوں اپنے دعوے پر گواہی قائم کریں۔

2۔ یا دونوں میں سے کوئی بھی گواہی قائم نہ کرے۔

3۔ یا ایک گواہی قائم کرے اور دوسرا نہ کرے۔

پہلی دونوں صورتوں میں عدمِ حنث (قسم نہ ٹوٹنے) کا حکم بالکل واضح ہے اور اس میں کسی کا اختلاف نہیں، کیونکہ یہ ممکن نہیں کہ دونوں کو ایک ساتھ جھوٹا قرار دیا جائے، اور نہ ہی کسی ایک متعین شخص کو بلا دلیل جھوٹا ٹھہرایا جا سکتا ہے، کیونکہ یہ محض تحکم اور ترجیح بلا مرجح ہوگا۔ اور تم اس اصول سے بخوبی واقف ہو جو فقہاء نے مسئلہ دائر میں بیان کیا ہے۔

رہی تیسری صورت، تو اس میں وہ شخص نزاع کرتا ہے جو یہ وہم رکھتا ہے کہ ایک ہی شخص کا ایک ہی وقت میں دو جگہ موجود ہونا ممکن نہیں بلکہ محال ہے۔ حالانکہ بات ویسی نہیں جیسا کہ یہ وہم کرنے والا سمجھتا ہے، کیونکہ جلیل القدر ائمہ نے صراحت کی ہے کہ یہ امر جائز اور ممکن ہے۔ اور جب یہ ممکن ہے، تو ظاہر ہے کہ یہاں حنث (قسم ٹوٹنے) کا کوئی حکم نہیں ہوگا، کیونکہ جو شخص کسی ممکن امر کے وقوع پر قسم کھائے، اس کے حق میں محض امکانِ صدق کی بنا پر قسم ٹوٹنے کا فیصلہ نہیں کیا جاتا اور طلاق ظاہر میں شک کی بنیاد پر واقع نہیں ہوتی۔ یہ ایسی بات ہے جسے مزید وضاحت کی حاجت نہیں۔

اصل ضرورت اس بات کے اثبات کی ہے کہ جس چیز پر قسم کھائی گئی وہ ممکن ہے اور یہ مسئلہ قدیم زمانے میں بھی پیش آچکا ہے اور اس وقت کے علماء نے بھی عدمِ حنث ہی کا فتویٰ دیا تھا، جیسا کہ میں نے دیا اور ان کی بنیاد بھی یہی تھی کہ یہ امر ممکن ہے، محال نہیں۔

امکانِ تعدد پر ائمہ کے اقوال:

میں کہتا ہوں: اس امکان کی صراحت کئی جلیل القدر ائمہ نے کی ہے، جن میں علامہ علاء الدین قونوی (شارح الحاوی)، شیخ تاج الدین سبکی، کریم الدین آملی (خانقاہ صلاحیہ سعید السعداء کے شیخ)، صفی الدین بن ابي المنصور، عبد الغفار بن نوع قوصی (صاحب الوحید)، عفیف الیافعی، شیخ تاج الدین ابن عطاءاللہ، سراج الدین ابن ملقن، برہان الابناسی، شیخ عبداللہ منوفی، ان کے شاگرد شیخ خلیل مالکی (صاحب المختصر)، ابوالفضل محمد بن ابراہیم تلمسانی مالکی اور دیگر بہت سے علماء شامل ہیں۔ ان حضرات نے اس مسئلے کی توجیہ تین بنیادوں پر کی ہے:

پہلی بنیاد: یہ تعددِ صور (ایک سے زیادہ صورتوں میں ظاہر ہونے) کے باب سے ہے، یعنی تمثّل اور تشکّل، جیسا کہ جنّات کے ساتھ ہوتا ہے۔

دوسری بنیاد: یہ طیِّ مسافت اور زمین کے لپیٹے جانے کے باب سے ہے، بغیر اس کے کہ حقیقت میں تعدد ہو۔ یعنی دیکھنے والے دونوں شخص اسے اپنے اپنے گھروں میں دیکھتے ہیں، حالانکہ وہ حقیقت میں ایک ہی جگہ ہوتا ہے، مگر اللہ تعالیٰ زمین کو سمیٹ دیتا ہے اور وہ پردے

اٹھا دیتا ہے جو عام طور پر نظر آنے میں مانع ہوتے ہیں، تو یوں گمان ہوتا ہے کہ وہ دو جگہ ہے، حالانکہ وہ ایک ہی جگہ ہوتا ہے۔ اور اس توجیہ کی سب سے بہترین مثال وہ حدیث جس میں مسجدِ اقصیٰ کو اٹھا کر نبی کریم ﷺ کے سامنے مکہ میں پیش کئے جانے کا ذکر ہے، جب آپ ﷺ نے قریش کے سامنے صبحِ معراج اس کی کیفیت بیان فرمائی۔

تیسری بنیاد: یہ ولی کے جسم کے عظیم ہو جانے کے باب سے ہے، یہاں تک کہ وہ پوری کائنات میں پھیل جائے اور ہر جگہ دیکھا جائے، جیسا کہ ملک الموت، منکر اور نکیر کے بارے میں بیان کیا جاتا ہے کہ وہ ایک ہی گھڑی میں مشرق و مغرب میں فوت ہونے والوں کی روحیں قبض کرتے ہیں اور ایک ہی وقت میں دونوں جگہ دفن ہونے والوں سے سوال کرتے ہیں۔

یہ تینوں میں سب سے بہترین جواب ہے اور اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ ولی اپنی معمول کی صورت میں دکھائی نہ دے، کیونکہ اللہ تعالیٰ زائد حصے کو آنکھوں سے اوجھل کر دیتا ہے یا بعض کو بعض میں مدغم کر دیتا ہے، جیسا کہ حضرت جبرئیل علیہ السلام کے دحیہ کلبی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی صورت میں ظاہر ہونے کے بارے میں کہا گیا ہے، حالانکہ ان کی اصل خلقت اس سے کہیں زیادہ عظیم ہے، یہاں تک کہ ان کے دو پر پورا افق بھر دیتے ہیں۔

اب میں اس سلسلے میں بعض ائمہ کے کلام کا ذکر کرتا ہوں۔

(۱) علامہ علاء الدین قونوی نے اپنی تصنیف ''الإعلام'' میں فرمایا:

یہ ممکن ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے بعض بندوں کو حالتِ زندگی میں اپنی ملکوتی و قدسی خاصیت عطا فرمائے اور ایسی قوت دے کہ وہ ایک دوسرے بدن میں تصرف کر سکے، جبکہ پہلے بدن میں اس کا تصرف بھی برقرار رہے۔ اور ابدال کے بارے میں کہا گیا ہے کہ انہیں ابدال اسی لیے کہا جاتا ہے کہ وہ کسی جگہ سفر کرتے ہیں اور اپنی پہلی جگہ اپنی اصل صورت جیسی ایک اور صورت قائم کر جاتے ہیں۔ اور جب جنات کے لیے مختلف صورتوں میں ظاہر ہونا جائز ہے، تو انبیاء، فرشتے اور اولیاء اس کے زیادہ حق دار ہیں۔ اور صوفیاء نے اجسام اور ارواح کے درمیان ایک درمیانی عالم ثابت کیا ہے جسے انہوں نے عالمِ مثال کا نام دیا ہے، جو عالمِ اجسام سے لطیف تر

اور عالمِ ارواح سے کثیف تر ہے۔ اسی بنیاد پر انہوں نے ارواح کے مجسم ہونے اور عالمِ مثال کی مختلف صورتوں میں ظاہر ہونے کا قول کیا ہے۔

اور اس پر اللہ تعالیٰ کے اس قول سے استدلال کیا جاسکتا ہے: ﴿فَتَمَثَّلَ لَهَا بَشَرًا سَوِيًّا﴾ (پس وہ اس کے سامنے ایک پورے انسان کی صورت میں ظاہر ہوا) چنانچہ ایک ہی روح، جیسے جبرئیل علیہ السلام کی روح، ایک ہی وقت میں وہ اپنی حقیقی اور مثالی دونوں صورت اختیار کر سکتی ہے۔

اسی سے اس مشہور اشکال کا حل نکلتا ہے جو بعض ائمہ سے منقول ہے کہ انہوں نے پوچھا: جب جبرئیل علیہ السلام نبی کریم ﷺ کے پاس دحیہ کی صورت میں آتے تھے، تو ان کا وہ اصل جسم کہاں جاتا تھا جس کے پر افق کو بھر دیتے تھے؟ بعض نے جواب دیا کہ ان کا جسم سمٹ کر چھوٹا ہو جاتا تھا، پھر دوبارہ پھیل جاتا تھا، مگر صوفیاء کی توجیہ اس سے بہتر ہے اور وہ یہ کہ اصل جسم اپنی حالت پر رہتا تھا اور اللہ تعالیٰ نے ان کے لیے ایک اور صورت قائم کر دیا تھا اور روح دونوں میں بیک وقت تصرف کرتی تھی۔

اور اسی طرح انبیاء علیہم السلام کا معاملہ ہے اور اس میں کوئی بعید بات نہیں، کیونکہ جب ان کے لیے مردوں کو زندہ کرنا، لاٹھی کو سانپ بنادینا اور لمحے بھر میں آسمان و زمین جتنا فاصلہ طے کر لینا ممکن ہے، تو یہ بھی بعید نہیں کہ اللہ انہیں ایک سے زیادہ بدنوں میں تصرف کی قدرت عطا فرمائے۔

اسی اصول پر بہت سے مسائل نکلتے ہیں اور بہت سے اشکالات حل ہو جاتے ہیں، جیسے یہ سوال کہ جنت، جس کی چوڑائی آسمانوں اور زمین کے برابر ہے اور جو ان کے اوپر ہے اور جس کی چھت عرشِ رحمن ہے، نبی ﷺ کو دیوار کے عرض میں کیسے دکھائی گئی کہ آپ ﷺ نے نماز میں اس کی طرف بڑھ کر خوشہ توڑنے کا ارادہ فرمایا؟ اس کا جواب تمثّل کے ذریعے ہے۔

اور اسی طرح شیخ قضیب البان موصلی کا واقعہ ہے، جو ابدال میں سے تھے، کسی شخص نے انہیں نماز چھوڑنے کا الزام دیا، تو وہ فوراً مختلف صورتوں میں اس کے سامنے ظاہر ہو گئے اور کہا

ان میں سے کس صورت میں تم نے مجھے نماز نہ پڑھتے دیکھا؟ اور ان حضرات کے ایسے بہت سے واقعات ہیں جو اسی قاعدے پر مبنی ہیں اور یہی ان کے نزدیک بنیادی اصولوں میں سے ہے۔ اور اللہ ہی سب سے بہتر جاننے والا ہے۔

(۲) اور شیخ تاج الدین ابن السبکی رحمہ اللہ نے طبقاتِ کبریٰ میں ابو العباس الملثّم کے ترجمے میں فرمایا ہے:

وہ کرامات اور احوال والے بزرگوں میں سے تھے اور ان کے خاص ترین مصاحبین میں ان کے شاگرد شیخ صالح عبد الغفار بن نوح تھے، جو کتاب الوحید فی علم التوحید کے مصنف ہیں۔ انہوں نے اپنی کتاب میں اپنے شیخ کی بہت سی کرامات نقل کی ہیں۔ ان میں سے ایک یہ ہے کہ عبد الغفار کہتے ہیں: ہم ایک جمعہ کے دن ان کے پاس موجود تھے، ہم آپس میں گفتگو میں مشغول ہو گئے اور ان کی گفتگو سننے والوں کو بہت لطف دیتی تھی۔ اسی دوران ایک خادم وضو کر رہا تھا، تو شیخ نے اس سے فرمایا: اے مبارک! کہاں جا رہے ہو؟ اس نے کہا: جامع مسجد کی طرف۔ شیخ نے فرمایا: میری زندگی کی قسم! میں نماز پڑھ چکا ہوں۔ خادم باہر نکلا اور واپس آکر دیکھا کہ لوگ مسجد سے نکل چکے ہیں۔ عبد الغفار کہتے ہیں: میں باہر نکلا اور لوگوں سے پوچھا، تو انہوں نے کہا: شیخ ابو العباس مسجد میں تھے اور لوگ انہیں سلام کر رہے تھے۔ میں ان کے پاس واپس آیا اور ان سے پوچھا، تو انہوں نے فرمایا:

أَنَا أُعْطِيتُ التَّبَدُّلَ مجھے تبدُّل (صورت بدلنے) کی صفت عطا کی گئی ہے۔

علامہ ابن السبکی فرماتے ہیں کہ شاید ان کا یہ کہنا کہ "میں نماز پڑھ چکا ہوں" بدلیت (ابدال ہونے) کی صفات میں سے ہو، کیونکہ وہ ایک جگہ ہوتے ہیں اور ان کا شبح (صورت یا عکس) دوسری جگہ ہوتا ہے۔ اور یہ بھی ممکن ہے کہ یہ صفت "کشفِ صوری" ہو، جس میں دیواریں حائل نہیں رہتیں اور راستے کھلے رہتے ہیں، تو وہ نماز پڑھتے ہیں جیسے چاہیں اور کوئی چیز مانع نہیں بنتی۔

(۳)اور شیخ صفی الدین ابن ابی المنصور نے اپنی رسالہ میں لکھا ہے کہ اپنے شہر میں شیخ مفرّج کے ساتھ ان کے اصحاب کا ایک واقعہ پیش آیا۔ ان میں سے ایک شخص جو کسی دوسرے کی طرف سے حج کر کے آیا تھا، اس نے کہا: میں نے مفرّج کو عرفات میں دیکھا۔ دوسرے شخص نے اس سے اختلاف کیا اور کہا کہ شیخ دمامین سے باہر گئے ہی نہیں۔ دونوں نے طلاق کی قسمیں کھائیں، حج سے آنے والے نے اپنی بیوی کو طلاق کی قسم دے کر کہا کہ میں نے انہیں عرفات میں دیکھا اور دوسرے نے طلاق کی قسم دے کر کہا کہ وہ عرفہ کے دن دمامین سے باہر نہیں گئے۔

دونوں شیخ کے پاس جھگڑا لے کر آئے اور اپنی اپنی قسمیں بیان کیں۔ شیخ نے دونوں کو ان کی حالت پر برقرار رکھا اور دونوں کو ان کی بیویوں کے ساتھ باقی رکھا۔ میں نے ان سے اس فیصلے کے بارے میں پوچھا، حالانکہ ایک کے سچا ہونے سے دوسرے کا جھوٹا ہونا لازم آتا تھا۔ ہمارے ساتھ معتبر لوگ موجود تھے۔

شیخ نے فرمایا: کہو کہ ہمیں اس فیصلے کے راز پر گفتگو کی اجازت دی جائے۔ سب نے کچھ ایسے جوابات دئے جو کافی نہ تھے۔ مجھے محسوس ہوا کہ معاملہ میرے لیے واضح ہو گیا ہے، تو شیخ نے مجھے وضاحت کرنے کا اشارہ کیا۔ میں نے کہا:

جب ولی اپنی ولایت میں کامل ہو جاتا ہے، تو اسے متعدد صورتوں میں ظاہر ہونے کی قدرت دی جاتی ہے اور اس کی روحانیت ایک ہی وقت میں مختلف جہتوں میں جلوہ گر ہوتی ہے۔ اسے مختلف احوال میں تصرف اور اپنی مرضی کے مطابق صورت اختیار کرنے کی طاقت دی جاتی ہے۔

پس جو صورت عرفات میں دیکھنے والے کو نظر آئی وہ حق ہے اور جو صورت دمامین میں دیکھنے والے کو نظر آئی وہ بھی حق ہے اور دونوں اپنی قسم میں سچے ہیں۔ شیخ نے فرمایا: یہی درست بات ہے۔ (کلام ختم)

(۴)اور اسی کو الیافعی نے کفایۃ المعتقد میں نقل کیا ہے اور فرمایا کہ اگر کوئی کہے: یہ بات مشکل ہے، فقیہ اسے تسلیم نہیں کر سکتا اور عقل میں یہ بات کبھی درست نہیں بیٹھتی کہ ایک شخص ایک ہی وقت میں دو جگہ موجود ہو، کیونکہ یہ عقلاً محال ہے۔ تو اس کا جواب وہی ہے جو شیخ صفی الدین نے دیا کہ یہ محال نہیں، کیونکہ یہاں ایک ہی صورت نہیں بلکہ روحانی صورتوں کی کثرت ثابت کی جا رہی ہے۔ اور اگر کہا جائے کہ ایک شخص کی متعدد صورتوں میں بھی اشکال باقی ہے، تو جواب یہ ہے کہ یہ واقع ہو چکا ہے اور دیکھا گیا ہے، اگرچہ عقل اس میں حیران رہ جائے۔

اس کی مثالیں یہ ہیں کہ بہت سے فقہاء اور دیگر حضرات سے منقول ہے کہ خانہ کعبہ کو بعض اولیاء کے ساتھ طواف کرتے ہوئے دیکھا گیا، حالانکہ وہ اپنی جگہ ہی موجود تھا۔ اسی طرح قضیب البان کا واقعہ اور اکابر سے روایت ہے کہ اصل کمال اڑنے میں نہیں بلکہ یہ ہے کہ ایک شخص مشرق میں ہو اور دوسرا مغرب میں، دونوں ایک دوسرے کی زیارت کے مشتاق ہوں، ملاقات کریں، بات کریں اور پھر واپس لوٹ جائیں اور لوگ ہر ایک کو اس کی جگہ پر ہی دیکھتے رہیں۔

الیافعی روض الریاحین میں بھی لکھتے ہیں کہ سہل بن عبداللہ کے بعض اصحاب نے بیان کیا کہ ایک شخص نے حج کیا، واپسی پر اپنے بھائی سے کہا میں نے سہل بن عبداللہ کو عرفات میں دیکھا۔ بھائی نے کہا: ہم تو یومِ ترویہ کو ان کے قیام گاہ میں ان کے پاس تھے۔ اس نے طلاق کی قسم کھائی کہ میں نے انہیں عرفات میں دیکھا۔ پھر دونوں ان کے پاس گئے اور قسم کا حکم پوچھا۔ سہل نے فرمایا: تمہیں اس کی ضرورت نہیں، اللہ میں مشغول رہو۔ اور قسم کھانے والے سے فرمایا: اپنی بیوی کو اپنے پاس رکھو اور یہ بات کسی کو نہ بتانا۔

(۵)اور شیخ خلیل مالکی مختصر کے مصنف، نے اپنے شیخ عبداللہ منوفی کے مناقب میں لکھا کہ ان کے لیے زمین کا طے ہونا بغیر حرکت کے ثابت ہے۔ ایک شخص حجاز سے آیا اور کہا کہ میں نے شیخ کو عرفات میں کھڑا دیکھا۔ لوگوں نے کہا: شیخ تو اپنی جگہ سے ہلے ہی نہیں۔ اس نے قسم کھائی۔ شیخ باہر آئے، بولنا چاہا مگر انہیں خاموش رہنے کا اشارہ کیا اور اس قسم کے دیگر واقعات

بیان کیے۔ پھر فرمایا: اگر کہا جائے کہ ایک شخص دو جگہ کیسے ہو سکتا ہے؟ تو جواب یہ ہے کہ ولی جب اپنی ولایت میں کامل ہو جاتا ہے تو اپنی روحانیت میں تصرف کرتا ہے اور متعدد صورتوں میں ظاہر ہونے کی قدرت پاتا ہے۔ محال نہیں، کیونکہ تعدد صورتوں کا ہے، ذات کا نہیں۔

(٦) اسی طرح ابوالعباس المرسی کے بارے میں منقول ہے کہ ایک شخص جمعہ کے بعد ان کے پاس آیا، پھر چار اور آئے، سب کی حاجت پوری کی، پھر جماعت کے ساتھ نماز پڑھی، فقہاء کے درمیان بیٹھے رہے اور کسی کے پاس نہ گئے، مگر پانچوں لوگ آکر ان کا شکریہ ادا کرنے لگے کہ آپ ہمارے پاس تشریف لائے تھے۔

(٧) اور کتاب الوحید کے مصنف کہتے ہیں:

الْخَصَائِصُ الْإِلٰهِيَّةُ لَا يُحْجَرُ عَلَيْهَا، فَهٰذَا عِزْرَائِيلُ يَقْبِضُ فِي كُلِّ سَاعَةٍ مِنَ الْخَلَائِقِ فِي جَمِيعِ الْعَوَالِمِ مَا لَا يَعْلَمُهُ إِلَّا اللهُ، وَهُوَ يَظْهَرُ لَهُمْ بِصُوَرِ أَعْمَالِهِمْ فِي مَرَائِيَ شَتَّى، وَكُلُّ وَاحِدٍ مِنْهُمْ يَشْهَدُهُ، وَيُبْصِرُهُ فِي صُوَرٍ مُخْتَلِفَةٍ.

ترجمہ: اللہ کی خاص صفات پر کوئی پابندی نہیں لگائی جا سکتی۔ یہ عزرائیل ہیں جو ہر ساعت تمام جہانوں میں بے شمار جانیں قبض کرتے ہیں اور سب کے سامنے ان کے اعمال کی صورت میں ظاہر ہوتے ہیں۔

شیخ سراج الدین بن الملقن لکھتے ہیں اور میں نے اسے اپنی کتاب "طبقات الاولیاء" میں نقل کیا ہے کہ شیخ قضیب البان الموصلی ایک بلند مرتبہ ولی تھے، جن پر کرامات کثرت سے ظاہر ہوتی تھیں۔ وہ موصل میں رہتے تھے اور وہیں قیام فرمایا یہاں تک کہ ان کا انتقال تقریباً سنہ 570 ہجری میں ہوا۔

ابن یونس نے ان کا ذکر کیا اور بیان کیا کہ ان کے بارے میں جو کچھ کہا گیا، وہ بالکل درست تھا۔ ایک دن جب وہ سب اسی گفتگو میں مشغول تھے، شیخ قضیب البان ان کے پاس آئے اور سب حیران رہ گئے۔ انہوں نے کہا: اے ابن یونس! کیا تم وہ سب کچھ جانتے ہو جو اللہ جانتا ہے؟"

ابن یونس نے جواب دیا" نہیں"۔ شیخ نے پھر پوچھا: تو پھر میں علم کے لحاظ سے کہاں ہوں جو تم نہیں جانتے؟" ابن یونس اس کا جواب نہیں دے سکے۔ بعد میں جب شیخ عبدالقادر گیلانی سے ان کے بارے میں پوچھا گیا، تو انہوں نے فرمایا" وہ اللہ کے خاص مقرب بندے ہیں، جن کا اللہ سے گہرا تعلق ہے، اور جو اللہ کے نزدیک بلند مقام رکھتے ہیں۔" لوگوں نے کہا: ہم نے انہیں کبھی نماز پڑھتے نہیں دیکھا۔ شیخ عبدالقادر نے جواب دیا: وہ نماز پڑھتے ہیں، لیکن اس جگہ سے جہاں تم انہیں نہیں دیکھ سکتے۔ اور میں نے انہیں دیکھا ہے کہ وہ چاہے موصل میں ہوں یا دنیا کے کسی بھی مقام پر، نماز کے دوران سجدہ باب کعبہ کے سامنے کرتے ہیں۔

اور شیخ ابوالحسن قرشی کہتے ہیں کہ میں نے انہیں اپنے گھر میں دیکھا کہ ان کا جسم غیر معمولی طور پر پھیل گیا، پھر دیکھا کہ وہ سکڑ کر پرندے کے برابر ہوگئے، پھر دوبارہ اپنی معمول کی حالت میں آگئے۔

(۸) اور شیخ برہان الدین ابتاسی نے تلخیص الکوکب المنیر میں ابوالعباس بصیر کی کرامات میں لکھا کہ مکہ میں ابوالحجاج اقصری کے ساتھ بیٹھے تھے، ابوالحجاج نے کہا: کیا ایک ہفتے کا طواف کریں؟ ابوالعباس نے فرمایا: اللہ کے ایسے مرد ہیں جن کے ساتھ اس کا گھر طواف کرتا ہے۔ ابو الحجاج نے دیکھا کہ کعبہ ان کے ساتھ طواف کر رہا ہے اور یہ بات صالحین کی روایات سے ثابت ہے۔

(۹) علامہ شمس الدین ابن قیم رحمہ اللہ اپنی کتاب الروح میں لکھتے ہیں کہ روح کا معاملہ بدن کے معاملے سے بالکل جدا ہے۔ روح بسا اوقات رفیقِ اعلیٰ (اعلیٰ عالم) میں ہوتی ہے، لیکن اس کے باوجود وہ میت کے جسم سے ایک خاص تعلق رکھتی ہے، یہاں تک کہ جب کوئی شخص اس کے صاحبِ قبر کو سلام کرتا ہے تو وہ سلام کا جواب دیتی ہے، حالانکہ روح اپنے مقام پر ہی ہوتی ہے۔

(۱۰) اسی طرح یہ بات بھی قابلِ توجہ ہے کہ حضرت جبرئیل علیہ السلام کو نبی کریم ﷺ نے دیکھا، حالانکہ ان کے چھ سو پر تھے، جن میں سے دو پر پورے افق پر چھا گئے تھے۔ اس

کے باوجود وہ نبی ﷺ کے اتنے قریب آجاتے تھے کہ اپنے گھٹنے نبی ﷺ کے گھٹنوں سے اور اپنے ہاتھ آپ ﷺ کی رانوں پر رکھ دیتے تھے۔

(۱۱) علامہ ابن قیم فرماتے ہیں کہ اہلِ اخلاص کے دل ایمان کے اعتبار سے اس بات کی وسعت رکھتے ہیں کہ یہ قرب اور نزدیکی اس حال میں بھی ممکن ہے کہ حضرت جبرئیل علیہ السلام اپنی اصل جگہ یعنی آسمانوں میں اپنے مقررہ مقام پر ہی ہوں۔

(۱۲)صاحبُ الوحید کہتے ہیں کہ اہلِ سلوک میں بعض ایسے بھی ہوتے ہیں جو اپنے جسم کو بالکل خالی کر دیتے ہیں، یہاں تک کہ وہ ایک ایسے مٹی کے برتن کی طرح ہو جاتا ہے جس میں روح نہ ہو۔ مجھے یہ بات عیسیٰ بن مظفر نے بتائی، انہوں نے شیخ شمس الدین اصفہانی سے نقل کی (جو قوص میں ایک بڑے عالم، مدرس اور قاضی تھے) کہ ایک شخص ایسا تھا جو تین دن تک اپنے جسم کو خالی کر دیتا تھا، پھر اس کے بعد دوبارہ اسی حالت میں لوٹ آتا تھا جس میں پہلے ہوتا تھا۔

میں کہتا ہوں کہ یہاں جس اصفہانی کا ذکر ہے، وہی مشہور علامہ شمس الدین اصفہانی ہیں، جو شرح المحصول اور علمِ اصول کے دونوں بنیادی شعبوں میں متعدد تصانیف کے مصنف ہیں۔ ابن سبکی نے اپنی کتاب طبقات میں شیخ تاج الدین الفرکاح سے نقل کیا ہے کہ انہوں نے فرمایا: ان کے زمانے میں علمِ اصول میں ان جیسا کوئی نہ تھا۔

(۱۳)ابن سبکی نے الطبقات الکبریٰ میں یہ بھی لکھا ہے کہ کرامات کی کئی قسمیں ہیں، یہاں تک کہ وہ کہتے ہیں: بائیسویں قسم یہ ہے کہ انسان مختلف حالتوں میں منتقل ہو جائے۔ یہی وہ چیز ہے جسے صوفیہ عالمِ مثال کہتے ہیں۔ اسی بنیاد پر وہ ارواح کے مجسم ہونے اور مختلف صورتوں میں ظاہر ہونے کا تصور قائم کرتے ہیں، جو عالمِ مثال سے تعلق رکھتی ہیں۔

اور اس بات کی تائید کے لیے وہ اللہ تعالیٰ کے اس فرمان سے استدلال کرتے ہیں: فَتَمَثَّلَ لَهَا بَشَرًا۔ (سورۃ مریم:17)

ترجمہ: تو وہ اس کے سامنے ایک انسان کی صورت میں ظاہر ہوا۔

میں کہتا ہوں کہ ہم جس مسئلے پر گفتگو کر رہے ہیں، اس کی تائید میں ایک واضح دلیل وہ حدیث ہے جسے امام احمد اور امام نسائی نے صحیح سند کے ساتھ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے۔ وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

جب مجھے رات کے وقت سیر کرائی گئی (یعنی معراج ہوئی) توصبح میں مکہ میں تھا، میں گھبرا گیااور مجھے یقین ہوگیاکہ لوگ مجھے جھٹلائیں گے۔

پھر آپ ﷺ نے پوراواقعہ بیان فرمایا، یہاں تک کہ لوگوں نے کہا :کیاتم بیت المقدس کی نشانیاں بھی بیان کرسکتے ہو؟ جبکہ ہماری قوم میں کچھ لوگ وہاں جا چکے ہیں ؟رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:میں اس کی نشانیاں بیان کرنے لگا، یہاں تک کہ کچھ اوصاف مجھ پر مشتبہ ہو گئے، توبیت المقدس کو میرے سامنے لاکر رکھ دیا گیا، میں اسے دیکھ رہاتھا، یہاں تک کہ وہ عقیل (یاعقال) کے گھر کے سامنے رکھ دیا گیا، پھر میں نے اسے دیکھتے ہوئے اس کی تمام نشانیاں بیان کردیں۔

یہ واقعہ یاتو تمثیل کے باب سے ہے، جیسے دیوار میں جنت اور جہنم کا دکھایا جانا، یا پھر فاصلوں کے سمٹ جانے (طَیُّ المسافۃ) کے باب سے ہے اور میرے نزدیک یہاں یہی دوسرا معنی زیادہ بہتر اور واضح ہے۔ اس کی دلیل یہ ہے کہ اس وقت اہلِ بیت المقدس نے اپنے شہر کو وہاں سے غائب نہیں پایا تھا۔ اسی طرح اس مسئلے کی ایک اور مثال وہ ہے جسے امام ابن جریر، ابن ابی حاتم اور ابن منذر نے اپنی تفسیروں میں اور امام حاکم نے المستدرک میں روایت کیا ہے اور اسے صحیح قرار دیا ہے۔ یہ روایت بھی حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے، اللہ تعالیٰ کے اس فرمان ''لَوْ لَآ أَنْ رَأٰی بُرْھَانَ رَبِّہٖ ''کی تفسیر میں انہوں نے فرمایا : حضرت یوسف علیہ السلام کے سامنے حضرت یعقوب علیہ السلام کی صورت پیش کردی گئی۔

اسی طرح یہی بات سعید بن جبیر، حمید بن عبدالرحمن، مجاہد، قاسم بن ابی بزہ، عکرمہ، محمد بن سیرین، قتادہ، ابوصالح، شمر بن عطیہ اور ضحاک رحمہم اللہ سے بھی منقول ہے۔

اور حسن بصری سے روایت ہے کہ :گھر کی چھت کھل گئی اور حضرت یوسف علیہ السلام نے حضرت یعقوب علیہ السلام کو دیکھ لیا۔

ایک روایت میں ہے کہ :انہوں نے حضرت یعقوب علیہ السلام کا تمثالی پیکر دیکھا۔

پس ان سلف صالحین کے اقوال اس بات کی دلیل ہیں کہ یا تو تمثالی صورت (عالمِ مثال) ثابت ہے، یا پھر فاصلوں کا سمٹ جانا ثابت ہے۔ یہ دونوں باتیں ہمارے زیرِ بحث مسئلے کے لیے نہایت قوی دلیل ہیں۔ کیونکہ حضرت یوسف علیہ السلام نے مصر میں رہتے ہوئے اپنے والد حضرت یعقوب علیہ السلام کو دیکھا، جبکہ وہ اس وقت سرزمینِ شام میں تھے۔ اس سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ حضرت یعقوب علیہ السلام کو ایک ہی وقت میں دو مختلف اور دور دراز مقامات پر دیکھا جانا ممکن ہوا، ان دونوں اصولوں میں سے کسی ایک کی بنیاد پر جن کا ہم نے ذکر کیا ہے۔

واللہ تعالیٰ اعلم

اولیاء اللہ کی کرامت
اور متعدد مقامات پر جلوہ گری

ان تمام نقول، دلائل، واقعات اور اکابر امت کے صریح بیانات سے یہ حقیقت روزِ روشن کی طرح واضح ہو جاتی ہے کہ اولیاء اللہ کے حق میں ایک ہی وقت میں متعدد مقامات پر دیکھے جانا نہ عقلاً محال ہے اور نہ ہی شرعاً ممتنع، بلکہ یہ اللہ تعالیٰ کی عطا کردہ خاص قدرت اور کرامت کے باب سے ہے، جس کی نظائر قرآنِ کریم، احادیثِ صحیحہ، آثارِ سلف اور ائمۂ دین کے کلام میں بکثرت موجود ہیں۔ خواہ اس کی توجیہ عالمِ مثال و تمثّل کے ذریعے کی جائے، یا طیُّ المسافۃ اور کشفِ صوری کے اصول پر، یا روحانی تصرف اور تعددِ صور کے قاعدے پر، تینوں توجیہات اہلِ سنت کے مسلمہ اصولوں کے دائرے میں داخل اور جلیل القدر علماء کی تصریحات سے مؤید ہیں۔

اولیاء اللہ کی شان و مقام

اسی حقیقت کے ادراک سے اولیاء اللہ کی شان و عظمت کا وہ بلند پہلو بھی پوری آب و تاب کے ساتھ نمایاں ہو جاتا ہے جسے محض ظاہری عقل یا عادی پیمانوں سے ناپنا ممکن نہیں، کیونکہ اولیاء اللہ وہ برگزیدہ ہستیاں ہیں جنہیں اللہ رب العزت نے ایمان، اخلاص، مجاہدہ اور کامل اتباعِ سنت کے صلے میں اپنی خاص قربت، نصرت اور ولایت سے نوازا ہوتا ہے۔ ان کا تصرف، ان کی کرامت اور ان کے غیر معمولی احوال درحقیقت ان کی ذاتی قدرت کا ظہور نہیں، بلکہ ربِ کریم کی عطا، اس کے اذن اور اس کے فضلِ خاص کا مظہر ہوتے ہیں، جیسا کہ قرآن کریم نے صراحت کے ساتھ فرمایا: ﴿أَلَا إِنَّ أَوْلِيَاءَ اللهِ لَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ O الَّذِينَ آمَنُوا وَكَانُوا يَتَّقُونَ﴾۔ اور حدیثِ قدسی میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: مَنْ عَادَى لِي وَلِيًّا فَقَدْ آذَنْتُهُ بِالْحَرْبِ۔ یہی مقام ہے جہاں سے کرامات، طیِّ مسافت، کشفِ حجاب اور تعددِ ظہور جیسے امور ظاہر ہوتے ہیں، جو درحقیقت اللہ تعالیٰ کی قدرتِ کاملہ کے مظہر ہوتے ہیں اور اہلِ سنت نے ہمیشہ انہیں قبول کیا، تسلیم کیا اور ان کے

ذریعے امت کو ایمان، یقین اور معرفتِ الٰہی کی تازگی دی۔

منکرین ولایت کا موقف

جہاں اہلِ ایمان اور اولیاء اللہ کی کرامت، ولایت اور مقام کی حقیقت واضح ہے، وہاں بعض لوگ، جو دل کی کجی، روحانی اندھیرا اور علمِ الٰہی کے نور سے عاری ہیں، اس عظمتِ خداداد کو جھٹلانے، کم تر ظاہر کرنے یا تمسخر کرنے کی جرأت کرتے ہیں۔ یہ وہی لوگ ہیں جن کے سینوں میں قرآن و سنت کی روشنی موجود نہیں، جن کے مشاہدات حقائقِ ولایت کے لیے نااہل ہیں، اور جو اپنی محدود عقل و معمولی تجربے کے معیار پر اللہ کے بندوں کی اعلیٰ منزلت کو تولنے کی کوشش کرتے ہیں۔ جیسے بعض لال رومال والے توصیف کے داعی اور مرزا جھلمی یا جہنمی جیسے بدفکر افراد اپنی تعصبی سوچ اور تکبر میں اولیاء اللہ کے فضائل پر اعتراض کرتے ہیں، حالانکہ انہیں نہ قرآن کی تعلیم نے روشن کیا، نہ احادیث کی رہنمائی نے روشناس کرایا۔ وہ اس بات سے بے خبر ہیں کہ ولایت کوئی زمینی معیار، انسانی طاقت یا ظاہری کارناموں کی پیائش نہیں، بلکہ یہ اللہ تعالیٰ کے خاص فضل، قربتِ الٰہی اور ایمان و اخلاص کے اعلیٰ درجات کا مظہر ہے، جس کا ادراک صرف ان لوگوں کو حاصل ہوتا ہے جو ربّانی تربیت، نورِ معرفت اور اولیاء کے ساتھ حقیقی تعلق سے روشنی پاتے ہیں۔ یوں منکرین ولایت کے اعتراضات نہ صرف بے بنیاد ہیں بلکہ ان کی حقیقت یہ ہے کہ یہ اعتراضات خود ان کے دل کی کمزوری، روحانی اندھیرا اور علمِ الٰہی سے اجتناب کا عکاس ہیں، اور قرآن و سنت کی روشن دلیلیں ان کے باطل خیالات کو بے نقاب کر دیتی ہیں۔

موجودہ دور کے خطبا و سجادگان

موجودہ دور میں بعض مقررین اپنی تقریروں میں اولیاء اللہ کے فضائل اور کرامات کا ذکر اس طرح کرتے ہیں کہ عوام کی توجہ اور داد و تحسین بٹوری جا سکے، حالانکہ ان میں سے بعض تو من گھڑت کرامات کا تذکرہ کر کے اپنے اقتدار خطابت یا شہرت کا حصول چاہتے ہیں۔ یہ لوگ نذرانہ، تحفہ یا مالی منفعت کی حرص میں مبتلا ہو کر شریعتِ حقہ کے اصولوں کو پامال کرتے ہیں،

جس کی وجہ سے بعض ناآگاہ مخالفین اولیاء اللہ اور ان کے حقیقی مریدوں کا مذاق بھی اڑاتے ہیں۔ اسی طرح بعض سجادگان اپنے بزرگوں کی حقیقی کرامات کا سہارا لے کر، ان کی قبولیت یا مقام کی آڑ میں، عوام اور مریدوں سے مالی استحصال کرتے ہیں اور روحانی تربیت کے بجائے دنیاوی نفع کی راہ پر گامزن ہو جاتے ہیں۔ اس لیے لازم ہے کہ ایسے مقرروں(مولانا حماد، جھار کھنڈی بابا، مولانا امین القادری اور مولانا آصف رضا سیفی لب و لہجہ اور چھینکو خطبا)اور حرص و لالچ کے شکار پیروں و سجادگان (اجمیر شریف کے ڈاکو سجادگان، دیوی شریف کے سجادگان، کلیر شریف اور دیگر کئی ایک خانقاہوں کے سجادگان) کے فریب سے ہوشیار رہیں اور ہمیشہ ایسے عالم کی صحبت اختیار کریں جو دین و سنت کے مطابق سچے اور مستند رہنمائی فرماتا ہو۔ ان کی علمی اور روحانی باتوں کو سن کر اپنی زندگی اور آخرت سنواریں، اپنے ایمان کو مضبوط کریں اور دینِ محفوظ کے راستے پر قائم رہیں، تاکہ نہ صرف حقائق ولایت کو سمجھیں بلکہ فریب و تقلّب سے بھی محفوظ رہیں۔